شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

سیّدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ عرب کے مانے ہوئے بہادر تھے۔ ایسے دلاور، ایسے شجاع کہ ان کے نام سے بہادری کے تذکرے لکھے گئے۔ قصے جوڑے گئے، افسانے بن گئے، داستانیں مرتب کی گئیں۔

امیر میدانِ جنگ میں نکلتے تو حریفوں کی آنکھوں میں موت پھر جاتی۔ بدر میں مشرکینِ قریش ان کے نام سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ کو آتا دیکھتے تو پرے ہٹ جاتے، بچ کر نکلتے، اپنے خیموں تک بھاگ جاتے، دور سے آپ کو دکھلا کر کہتے..... ''جانے سینے پر شترمرغ کے پر لگائے وہ کون ہے، ہمارا ایک سے ایک بہادر اس نے زمین کو سونپ دیا۔''

یہی حال اُحد میں ہوا۔ دونوں ہاتھوں میں تلوار لیے آپ برق وبلا کی طرح بڑھتے چلے جاتے تھے ؂

چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا

اُحد میں پہنچنے سے پہلے جُبیر اور وحشی میں بات ہوئی۔ جُبیر نے کہا تھا:

''تو نے میرے چچا کا بدلہ لیا تو سمجھ لے کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔''

اِس کا چچا جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اِدھر ہند ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ، رئیسِ مکّہ کی بیٹی نے بھی قول دیا تھا دام درم سونا چاندی دے کر نہال کر دوں گی[1] ''میرے باپ کا بدلہ لے کر میرا دل ٹھنڈا کر دے۔''

آزادی کسے عزیز نہیں ہوتی مگر وحشی کو پھر بھی ہمت نہ ہوئی کہ میدانِ جنگ میں نکلے۔ امیر کے مقابلے میں آئے، ہاں بزدلوں کی طرح گھات میں رہا۔ پتھروں کی آڑ میں چھپتا پھرا، تاک لگائے بیٹھا رہا کہ کوئی موقع نکل آئے تو اپنا کام کر جاؤں اور وہ موقع اس کی قسمت سے نکل آیا۔

سباع غُبشانی کافروں کی طرف سے بڑھ بڑھ کر ہلّہ بول رہا تھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی تلوار کی نوک پر دھر لیا۔ وحشی سائے کی طرح پیچھا کر رہا تھا ایک پتھر کے پیچھے جو پاس ہی تھا چھپ کر یہ مقابلہ دیکھنے لگا...... سباع مشہور جنگجو تھا۔ وادیٔ بطحا کا نامور پہلوان، لیکن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی آپ نے گولی بھر کر اسے اٹھایا ؂

گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا

پلٹ رہے تھے کہ خون میں آپ کا پیر رپٹا۔ وہاں چھوٹے گڑھے تھے ان سے بچنے کے لیے آپ ایک طرف ہو گئے۔ دونوں پیروں پر وزن جما نہ رہ سکا۔ جھونک نکل رہا تھا، اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے شاید آپ پتھر کا سہارا لینا چاہتے تھے کہ وحشی نے سوچا یہ تو بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا...... تیر کی طرح آڑ سے نکلا اور گولی کی طرح اپنا برچھا پھینکا،[2] نشانہ پکا تھا۔

برچھا جسم کے آر پار ہو گیا۔ امیر نے اسے دیکھا نہ تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے لیکن واہ رے ہمت! اس حال میں بھی پلٹ کر حملہ آور کو دیکھا اور اس کا پیچھے کرنے آگے بڑھے۔[3] وحشی انہیں مڑتا دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ؎

یہ قربِ ظہر تھا وقت آ گیا اب نمازی کا

امیر دو قدم بھی نہ چل پائے تھے کہ لڑکھڑا کر گرے اور خدا کے حضور پہنچ گئے۔

ابوسفیان نے بیوی کو اس حال میں دیکھا کہ بھتنی بنی ہوئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بولا...... ''رب کعبہ کی قسم مجھے اس حرکت سے کوئی خوشی نہیں ہوئی سچ جانیے میں نے کسی کو ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔''

ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ ابن زُیان نے جو قریش کے حُبشی رسالہ کا سردار تھا دیکھا کہ ابوسفیان نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر اپنا نیزہ آپ کے جبڑے میں چبھویا تھا۔ جس پر ابنِ زُیان کی اُس سے تو تکار ہوئی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو اس حال میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی کہ...... ''خداوند! پھر کسی ایسی مصیبت سے ہمیں پالا نہ پڑے۔''

اپنے چچا اپنے دودھ شریک بھائی اپنے دوست اور اپنے مددگار کے کاٹے پھاڑے ہوئے جسم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جاتے اور افسوس کرتے جاتے۔ ضبط نہ کر سکے تو جو کچھ فرمایا اس کا مطلب تھا کہ [4] ''اگر خدا نے ہمیں موقع دیا تو ہم بھی ان کی نعشوں کے ساتھ یہی سلوک کریں گے بلکہ اچھی طرح بدلہ اتاریں گے۔''

اپنے پیارے کے اس غم وغصہ پر باری تعالیٰ نے دلاسہ دیا[5]...... وحی آئی کہ...... اگر تم کسی کو تکلیف دو تو تمہاری تکلیف بھی ویسی ہی ہو جیسی کہ تمہیں پہنچی ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لیے یہ بہتر ہے، صبر کرو اور تمہارا صبر بھی توفیقِ خداوندی کے بغیر نہیں۔ پھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص طور پر مخاطب ہو کر فرمایا گیا...... ان (کافروں) کی حرکتوں سے آپ غمگین ہوں نہ ان کی چالوں سے آپ اپنا دل چھوٹا کریں۔

اس حکم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا...... دشمنوں کی نعشوں کا مُثلہ نہ کریں۔ یہی ہمیشہ کے لیے میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا کردار ٹھہرا۔

فتحِ مکّہ کے بعد ہند مسلمان ہوگئی اور مکّے میں اسلام پھیلا تو وحشی طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قاصد بھیجے تو کچھ لوگوں نے وحشی سے کہا...... تو بھی ان میں مل کر چلا جا، اللہ کے رسول قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے۔

وحشی خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا۔ بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا تو اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ...... وحشی تو ہی ہے؟ اُس نے عرض کیا...... جی ہاں! ارشاد ہوا...... حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا! وحشی نے جواب دیا...... جی ہاں! جو کچھ آپ سے لوگوں نے بیان کیا ہے وہی بات ہے۔ یعنی یہ کہ میں نے خود سے تو یہ

کام نہیں کیا میرے آقا کا حکم تھا اس لیے مجبوری تھی۔ ارشاد ہوا...... کیا تو مجھ سے اپنا منہ چُھپا سکتا ہے! وحشی کا اپنا بیان ہے...... میں وہاں سے اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ کیسے گنہگار کو کیا سزا دی گئی تھی! کیا شانِ کرم تھی سبحان اللہ!

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتدوں سے لڑائیاں ہو رہی تھیں وحشی بھی اسلامی لشکر میں شریک ہوگیا۔ وہ مُسیلمہ کو مار کر جو نبوت کا دعوے دار بنا بیٹھا تھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے گناہ کا کفّارہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے مسیلمہ کو بھی لڑائی میں اسی طرح بھالا پھینک کر مارا۔ حبشی تو سانگ پھینکنے میں کمال رکھتے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وحشی نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

اُحد کے میدان میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا تھا۔ کل ستر مجاہد شہید ہوئے۔ بعض نے تعداد پینسٹھ بتلائی ہے، اس میں ساٹھ سے زیادہ حضراتِ انصار تھے۔ مشرکین کے تیئس آدمی مارے گئے۔ [6] میدانِ جنگ میں حالات اس قدر تیزی سے بدلتے رہے تھے کہ شام ہونے سے پہلے پہلے ابوسفیان اپنی فوج لے کر نکل گیا۔ اور رَوحا کے مقام پر جاٹھہرا۔ اُحد سے کوئی دس میل اُدھر ایک جگہ!

مسلمان میدانِ جنگ میں موجود رہے...... شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی انہیں دفن کیا گیا، پھر مدینہ واپسی ہوئی۔ [7] حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع مل چکی تھی کہ مشرکین ابھی لوٹے نہیں اس لیے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کوچ کا حکم دیا۔ جنگ کسی فیصلہ کن مرحلہ میں داخل نہ ہوئی تھی کیونکہ پہلے معرکے میں مسلمان حاوی رہے تھے اور دوسرے میں کافر! پھر بھی ابوسفیان کو حوصلہ نہ ہوا تھا کہ میدانِ جنگ میں ڈٹا رہتا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ جنگ کی بازی کچھ قریش کی ہمت اور شجاعت سے نہیں پلٹی بلکہ اس میں مسلمانوں کے محفوظ دستے کا قصور تھا۔ اس لیے وہ میدانِ جنگ سے دور چلا گیا۔ یہ اس کے حوصلوں کی پستی اِس مہم کو ایک اور مرحلے میں لے آئی۔ دنیا کے جلیل القدر سپہ سالار کی حیثیت سے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری پیش قدمی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے کوئی آٹھ میل دور عقیق کے راستے پر ذی الحُلیفہ سے قریب حَمراء الاسد تک تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ...... یہیں پڑاوَ ڈال دو۔ اگر مسلمان مدینے سے نہ نکلتے تو ممکن تھا قریش مدینے پر حملہ کر بیٹھتے۔ وہ صاف سمجھ لیتے کہ جنگ کے دوسرے مرحلے نے مسلمانوں کا حوصلہ گرا دیا لیکن اب جو ابو سفیان نے مُعبَد خزاعی سے گفتگو کی جو رَوحا آیا تھا تو اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔ مُعبَد نے اُسے بتایا کہ...... راستے میں لشکرِ اسلام کو میں نے دیکھا ہے سچ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا حال کچھ ایسا ہے کہ اب تمہاری خیر نہیں۔ تین دن حمراء الاسد میں مسلمان ٹھہرے رہے، ارشاد تھا کہ...... راتوں کو خوب الاؤ روشن کرو۔ تاکہ دشمن سمجھ لے مسلمان تعداد میں کافی ہیں اور مقابلے کے لیے خوب تیار ہیں۔ ابوسفیان کو حوصلہ نہ ہوا کہ ٹکر لے سکے اسے اپنی بہتری نظر آئی کہ مکہ لوٹ جائے۔

احد کا معرکہ جیسا کچھ بھی رہا ہو لیکن ایک بات تاریخ میں یادگار رہ گئی۔ بنی دینار [8] کی ایک خدا رسیدہ خاتون نے سُنا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے تو سخت بے چین ہوگئیں۔ ذاتِ اقدس سے عقیدت دیکھیے کہ...... ایک صحابی نے بتایا...... تمہارے بھائی شہید ہوگئے! انہوں نے اُف تک نہ کی۔ دوسرے نے آکر کہا...... تمہارے باپ خدا کو

پیارے ہوئے! انہوں نے کچھ نہ کہا۔ تیسرے نے بڑھ کر بتلایا......تمہارے شوہر جنت سدھارے! پھر بھی ایک آہ زیرِ لب کا سہارا لیے بڑھتی رہیں۔ آفریں کہ کسی سے کچھ نہ کہا۔ کسی بات پر اعتنا نہ کی ؎

ہر غم اُس راہ کا گوارا تھا!

کچھ جو پوچھا تو صرف یہی کہ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ خدا کے لیے بس اتنا بتا دو۔

بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو خدا کا شکر ادا کیا اور جب خود قریب پہنچیں۔ ایک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو بے اختیار بولیں کہ [9]......آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

پھر اس کے بعد آنکھیں نم نہ رہیں کوئی غم، غم نہ رہا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [10]

حواشی

[1] مکّے سے اُحد کے میدان کو آتے ہوئے جہاں جہاں ہند کو وحشی ملتا وہ اُسے انتقام پر اُبھارتی آرہی تھی۔ جاحظ (باب مفاخرہ۔ المحاسن والاضداد) روضۃ الاباب میں ہے ایک جوڑا کپڑا، اپنا زیور اور دس اشرفی انعام دینے کا اس نے وعدہ کیا تھا، ص: ۲۰۰)

[2] ابن سعد حصہ پنجم اور واقدی　　　[3] بخاری، جلد دوم

[4] ابن ہشام، ابن سعد، طبری، ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے قریش پر فتح دے گا تو موقع آئے گا کہ میں بھی اُن سے آج کا بدلہ لوں اور ان کے تیس آدمیوں کو مثلہ کروں (ابن خلدون) ابن سعد نے تذکرہ حمزہ میں لکھا ہے کہ ستر آدمیوں کو مثلہ کرنے کا خیال تھا۔

[5] سورت نحل آیات ۱۲۶۔۱۲۷، ابن سعد لکھتے ہیں ان آیات کے نزول کے بعد پیغمبر خدا نے اپنی قسم کا کفارہ دیا۔

[6] مسعودی، ابن ہشام نے مشرکین کی تعداد بائیس لکھی ہے، ان میں دو کے بارے میں تشریح ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مارے گئے۔ ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ اُحد کے نزدیک شہدائے کرام کے مزارات ہیں بیچ میں حضرت حمزہ کا مزار ہے۔ محمد بن جبیر اندلسی نے اپنے سفرنامے میں لکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے سامنے گنجِ شہیداں ہے۔

[7] ارشادِ نبوی ہے کہ چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں صحابہ کو تفصیلات کی فکر ہوئی تو کچھ یوں ارشاد ہوا کہ چار پہاڑ ہیں۔ (۱) احد (۲) ورقان (۳) طُور (۴) لبنان۔ نہروں کے بارے میں فرمایا: (۱) نیل (۲) فُرات (۳) سیحون (۴) جیحون۔ لڑائیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا (۱) بدر (۲) اُحد (۳) خندق (۴) حنین (روایت عمرو بن بن عوف، طبرانی) ابن شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس حدیث میں لڑائیوں کا ذکر نہیں ہے۔

[8] زرقانی کا خیال ہے، بیٹا، بھائی اور شوہر شہید ہوئے۔ خاتونِ محترم کا نام ہند ہے۔ انصاریہ تھیں، شوہر کا نام عمرو بن الجموع تھا۔ (شرح مواہب، جلد: ۲، ص: ۲۹۰) حضرت حمنہ بنتِ جحش (ج ح ش) پر بھی بڑا سانحہ گزرا تھا، ان کے شوہر، بھائی اور ماموں شہید ہوئے تھے۔

[9] ابن اسحاق کی روایت ہے (سیرت ابنِ ہشام)　　　[10] سورۂ بقرہ، آیت: ۱۶۵، اہلِ ایماں کے دل میں تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے۔